مولانا محمد تقی امینی

اُمّتِ مسلمہ کی عالمی قیادت کے لیے چند بنیادی انتظامات

(۳) دین کو کامل و مکمل کر دینے کی بشارت

دین کا سلسلہ شروع سے چلا آرہا تھا ہر پیغمبر اور نبی نے اسکی تعلیم دی اور اسی کے ذریعہ دینی قیادت قائم کی لیکن اس کو کامل و مکمل کر دینے کا مرحلہ ابھی باقی تھا جس کے لیے وقت کا انتظار تھا۔ اور جو عالمی قیادت کے لیے ضروری تھا۔ ذہنی و عملی صلاحیت کے لحاظ سے اب اس کا وقت آگیا تھا اس بنا پر اس کو کامل و مکمل کر دینے کی خوشخبری دی گئی جو پوری ہوئی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو نہ خود کی نگاہ پیدا ہوتی اور نہ خود پر اعتماد ہوتا جس سے ذہنی و عملی صلاحیت کو آگے بڑھانے میں رکاوٹ ہوتی اور ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھانے اور وحی کا انتظار کرنے کی ضرورت ہوتی (جیسا کہ پچھلی قوموں میں یہ ہوتا رہا ہے) پھر عالمی قیادت اپنی قوت و شوکت کے ساتھ نہ ظاہر ہوتی۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (البقرہ - ۱۵۰)

تاکہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے[1] سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ہٹ دھرم ہیں تو ان سے تم نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں[2] اور تاکہ تم ہدایت پاؤ[3]

---

[1] جب تک خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم نہیں آیا تھا اس وقت تک اہل کتاب رسول اللہ اور مسلمانوں کو الزام دیتے تھے۔ کہ ان کا قبلہ تو وہی بیت المقدس ہے جو ہمارا ہے لیکن نماز اور عبادت

کے طور طریقے ان کے ہم سے جداگانہ ہیں۔ دین و مذہب کے معاملہ میں اس قسم کی تفریق کا پروپیگنڈا نہایت خطرناک ہوتا ہے اللہ نے اس حکم کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے یہ دروازہ بند کر دیا۔

۲؎ نعمت تمام کر دینے سے مراد دین کو کامل و مکمل کر دینا ہے جیسا کہ دوسری جگہ نعمت تمام کر دینے کا مطلب دین کو کامل کر دینا ہی سمجھا گیا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المآئدۃ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین (کی حیثیت سے) پسند کیا۔"

۳؎ یہ ہدایت یابی (راہ یابی) امت مسلمہ کے مقام و منصب کے لحاظ سے ہے۔

(۴) اعلیٰ درجہ کی سربراہی کے تحت تعلیم و تربیت کا انتظام

انسان کی بناوٹ ہی اس قسم کی ہے کہ اس میں نیکی اور بدی دونوں طاقتیں موجود ہیں دینی قیادت کو قائم اور برقرار رکھنے کے لیے بدی کی طاقت کو دبانے اور نیکی کی طاقت کو ابھارنے کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے جس کے لیے مستقل تعلیم و تربیت کے بغیر چارہ نہیں ہے اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کے ذریعہ دونوں کا انتظام کیا اور اس کے لیے جو پروگرام تجویز کیا اور جس پر عمل کرایا اس کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنے کا بندوبست کیا اس پروگرام میں اللہ کی یاد اور اس کی شکر گذاری کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ؕ
فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرہ۔ ۱۵۱۔۱۵۲)

جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسولؐ تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک و صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے بس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری نہ کرو ۱؎

ؔ یعنی خانہ کعبہ کو قبلہ بنانا اور دین کو کامل و مکمل کر دینا وغیرہ ایسے ہی بڑے مقصد کے تحت ہیں جیسے کہ بڑے مقصد کے تحت ہم نے رسولؐ بنا کر تم میں بھیجا (نبوت و ختم نبوت کی بحث کسی موقع پر آگے آئیگی)

ؔ تعلیم و تربیت کے پروگرام میں اللہ کی یاد اور اس کی شکر گذاری کی حیثیت گویا اللہ سے ایک معاہدہ کی ہے یعنی اگر تم مجھے یاد رکھو گے تو میں تمہاری مدد کرتا رہونگا اور اگر تم مجھے بھول جاؤ گے تو میری مدد کا ہاتھ اٹھ جائیگا پھر تم اپنی بڑائی کھو دو گے اللہ کی یاد میں ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا بھی ہے جو عالی قیادت اور مقام شہادت کی مناسبت سے اس امت کے سپرد ہیں اسی طرح بندوں کی یاد میں اللہ کی طرف سے مدد، فتح اور دنیا و آخرت میں کامیابی و سربلندی بھی ہیں۔

راہ کی مشکلات سے آگاہی

ترقی و بلندی کی راہ میں مشکلات پیش آنا ضروری ہیں یہ راہ ہمیشہ آزمائش کی رہی ہے آسائش کی کبھی نہیں رہی ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مشکلات اس لیے نہیں پیش آتی ہیں کہ اٹھا ہوا قدم رکے بلکہ اس لیے آتی ہیں کہ اور مضبوطی کے ساتھ قدم اٹھایا جائے پھر کام جتنا بڑا اور مقصد جتنا عظیم ہوتا ہے اسی کی مناسبت سے مشکلات کی تجویز ہوتی ہے۔ اس تجویز میں اس "آبگینہ" کو بھی دیکھا جاتا ہے جس کو مشکلات کے پتھر سے چکنا چور کیا جاتا ہے اس اندرونی طرف یا پیمانہ کو بھی دیکھا جاتا ہے جس میں مشکلات کے ذریعہ بڑے کام اور مقصد کی صلاحیتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ آیتوں میں پہلے مشکلات پر قابو پانے کی تدبیروں پھر بڑی چھوٹی آزمائشوں اور ان کے صلہ کا ذکر ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ - ۱۵۳ - ۱۵۷)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے ہو۔ اور ہم تمہاری کچھ آزمائش (خطرات کے) خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور کریں گے ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت پہنچنے پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" (بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں) کہتے ہیں خوشخبری دیدیجئے کہ انہیں پر انکے رب کی طرف سے خاص نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پاتے ہوتے ہیں۔

۱؎ صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا ذکر البقرہ رکوع ۵ آیت ۴۵ میں گذر چکا ہے وہیں دیکھ لیا جائے۔

۲؎ یہ بڑی آزمائش ہے جو اس حقیقت کے اعلان کے ساتھ زندگی پر ختم ہوتی ہے کہ "ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی"۔ یعنی یہ آزمائش ایک نئی زندگی سے روشناس کراتی ہے جسکا نام "شہادت" ہے اور جس میں جان باقی رہنے کا نہیں بلکہ جان دے دینے کا نام زندگی ہے۔ لیکن یہ نئی زندگی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے جس کی پوری حقیقت سے واقفیت ہماری سمجھ بوجھ کے دائرہ میں زیادہ نہیں آتی ہے اسی بناء پر فرمایا۔ ولکن لا تشعرون (لیکن تم سمجھتے نہیں ہو)۔

۳؎ یہ چھوٹی آزمائشوں کا ذکر ہے جو دنیوی زندگی کے لیے خاص نقطۂ نگاہ عطا کرتی ہیں وہ یہ کہ ہم اور ہماری ساری چیزیں اللہ کی ہیں ہماری حیثیت امین (امانتدار) کی ہے مالک کی نہیں ہے اسی کی مرضی اور اسی کی مقرر کی ہوئی حدوں کے مطابق ہے آزادانہ اور خودمختارانہ نہیں ہے۔ تاریخ کی یہ داستان نہایت دکھبری ہے کہ گراوٹ و پستی کے زمانہ میں یہ نقطۂ نگاہ نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر مذہبی ذہن سرمایہ داری کا محافظ بنتا رہا جس کی بناء پر مذہبی نمائندے اور سرمایہ دار دونوں مظلوموں کو دبانے اور انسانیت کو ذلیل کرنے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہے اصلاح و انقلاب کی تحریکیں اور تنظیمیں بھی موجود رہیں اور ان کے دعوی بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہے لیکن ان کی سطح اتنی بلند نہ ہو سکی کہ اپنے اپنے فائدہ کو قربان کر کے مظلوموں کی حمایت اور انسانیت کو اٹھانے میں کوئی نمایاں کام انجام دے سکیں۔

اللہ کے شعائر کی حفاظت و تعظیم

"شعائر"۔ شعیرہ کی جمع ہے "شعیرہ" اس کو کہتے ہیں جس کو کسی حقیقت یا گہری بات کی یاد تازہ رکھنے کے لیے علامت و نشانی کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے۔ قومی و جماعتی زندگی میں "شعائر" کی بڑی اہمیت ہے اس "رسم" کی نہیں جو انکے نام سے کی جاتی ہے بلکہ اس روح اور قوت کی جو اس میں پوشیدہ ہوتی ہے اور جس کی یاد دہانی کے لیے شعائر مقرر کیے جاتے ہیں۔ پھر عالمی قیادت کے لیے جس کا انتخاب کیا جاتا ہے اس کی زندگی میں تو "شعائر" کی اہمیت اور زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی حفاظت اور تعظیم سے ہی وہ اپنے کو سنبھال سکتی اور اپنا وقار و امتیاز قائم رکھ سکتی ہے۔

شعائر بہت ہیں کسی اور موقع پر ان کی تفصیل آئے گی۔ یہاں خانہ کعبہ کا ذکر دور سے چلا آ رہا ہے جو بہت بڑا شعیرہ ہے اور جس سے اللہ کے ساتھ محبت اور قربانی کی بڑی یادگاریں وابستہ ہیں۔ صفا و مروہ کا تعلق بھی خانہ کعبہ اور اس کی یادگاروں سے ہے اس بنا پر ان کا شمار بھی "شعائر" میں کیا گیا۔ صفا و مروہ سے متعلق یادگار کا وہ حصہ ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے شیر خوار بچہ اور اس کی ماں (اپنی بیوی) کو جنگل و بیابان سنسان میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ جہاں دور دور تک سبزی و پانی کا نشان نہ تھا۔ بچہ کی شدت پیاس کے عالم میں ماں کی "مامتا" تڑپ رہی تھی اور پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا، پہاڑیوں کا چکر لگا رہی تھی کہ شاید کوئی قافلہ آتا جاتا نظر آئے اور اس کے پاس پانی مل جائے۔ یہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دوڑ) اس کی یادگار ہے جو اب بھی روح کو تازگی اور ایمان کو قوت دیتی ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ
شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ
اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا
فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ (البقرہ - ۱۵۸ - ۱۶۲)

بیشک صفاء اور مروہ اللہ کی یادگاری نشانیوں میں سے ہیں۔ جو کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان طواف (سعی۔ دوڑ لگاتے) کرے[1] اور جس نے بھی دل کی خوشی سے خیر و بھلائی کے کام کیے تو بلا شبہ اللہ قدر کرنے والا جاننے والا ہے۔ بیشک جو لوگ ان کھلی کھلی ہدایت کی باتوں کو جنہیں ہم نے اتارا ہے اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں جبکہ ہم نے لوگوں کے لیے کتاب میں ان کو بیان کر دیا ہے تو انہیں لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں[2] ہاں جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور ظاہر کر دیا تو ان لوگوں کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں۔ بیشک جن لوگوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائیگی[3]"

---

[1] یہ دراصل "سعی" ہے جس کے معنی دوڑنا ہیں اس میں چونکہ کئی چکر ہوتے ہیں اور طواف کی شکل پائی جاتی ہے اس بنا پر اسکو طواف کہا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے حج کے مراسم میں بہت سی تبدیلیاں کر لی گئی تھیں اور صفاء و مروہ دونوں پہاڑیوں پر بھی بت رکھ دیئے گئے تھے جس کی بناء پر کچھ لوگوں نے پہلے ہی سعی کرنا چھوڑ دیا تھا اب اسلام کے بعد لازمی طور سے حرج کا شبہ ہوا آیت میں اسی حرج کو دور کیا گیا ہے۔

[2] یہودیوں کی کوشش اور سازش یہ رہی ہے کہ کہ خانہ کعبہ کی مرکزیت ختم کر کے بیت المقدس کو مرکز بنایا جائے اس کی خاطر انہوں نے حق باتیں چھپائیں اور بہت سے تاریخی واقعات جھٹلائے یہاں تک کہ قربانی کی جگہ کہیں اور لے گئے اور ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ کے بجائے حضرت اسحاقؑ کو ثابت کرنے کی کوشش کی جبکہ ان کی کتاب میں وضاحت بھی موجود تھی، آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تاریخی حقائق کو چھپانے اور جھٹلانے کی بات نئی نہیں ہے گراوٹ و پستی کے زمانہ میں قومیں بالعموم اس جرم کا ارتکاب کرتی ہیں اور نہ معلوم کتنی غلط باتیں اپنی تاریخ میں داخل کر دیتی ہیں جو بعد میں تاریخ کا جزو بنتی ہیں اور ان کا نکالنا مشکل ہوتا ہے۔

اس کا مشاہدہ سوانح نگاری میں بھی کیا جاتا ہے سوانح نگار کی کوشش ہوتی ہے کہ ماضی و حال کے ہر کارنامہ کو اپنے اور اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کر دے جس کی خاطر نہ معلوم کتنی غلط باتیں یا غلط نسبتیں اس میں شامل کی جاتی ہیں۔ اس میں وہ حضرات بھی مل جائیں گے جن کے تقویٰ و تقدس پر عام حالت میں شبہ نہیں کیا جاتا ہے لیکن جب سوانح میں اپنے اور اپنے خاندان کی بالا دستی دکھانی ہوتی ہے تو نہ معلوم انکا کیا حال ہو جاتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ان کی سوانح نگاری میں نہ علمی انداز نظر پیدا ہوتا ہے اور نہ ریسرچ و تحقیق کا کوئی معیار قائم رہتا ہے۔

حق بات کا انکار کرنا اس کو چھپانا تاریخ میں غلط باتیں داخل کرنا یا غلط نسبتیں قائم کرنا یہ سب نہایت سنگین جرم ہیں ان کی سزا لعنت بھی سنگین سزا ہے جو دینی قیادت و سرداری کی نعمت سے جوڑ نہیں کھاتی ہے جس قوم یا فرد کی حرکتوں پر لعنت کا اعلان ہوتا ہے وہ لعنت کرنے والوں کی نظر میں دینی قیادت و سرداری کا اہل نہیں رہتا ہے سبھی اس کے خلاف یہ اعلان کیا جاتا ہے۔

ہر ہجری سالِ نو کے موقع پر
سانحہ کربلا
تقاریر، خطابات، مضامین اور مقالات کا موضوع بنتا ہے!
اور اس کے ضمن میں عموماً افراط و تفریط کا مظاہرہ ہوتا ہے
ڈاکٹر اسرار احمد
کا کتابچہ
ہجری سالِ نو اور
سانحہ کربلا
مع کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر محمد باقرؒ کی زبانی
اس موضوع پر حقیقت بینی اور اعتدال پسندی کے اعتبار سے ایسا شاہکار ہے جس نے عوام و خواص سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے
خود پڑھیے اور دوسروں تک پہنچائیے
۴۸ صفحات - اعلیٰ آفسٹ پیپر - قیمت ۴ روپے
ناشر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نمبر ۱۴